ادارہ

افاداتِ حضرت مولینا عبیداللہؒ

سُورَۃُ الکہف :۔ عبقات چوتھے اشارہ میں انسانی مراتب کمال پر بحث کی گئی ہے۔ سب سے پہلا مرتبہ اخلاق کی درستی ہے اسے تھذیب النسمہ سے تعبیر کرتے ہیں، دوسرا مرتبہ نسمہ کا نفس ناطقہ میں فنا ہو جانا ہے یہ مرتبہ ولایتہ صغریٰ کہلاتا ہے، تیسرا مرتبہ کہ نفس ناطقہ کی تکمیل ہو جائے یعنی وہ نفس کلیہ میں فنا ہو جائے اور یہ ولایتہ کبریٰ ہے۔ چوتھا مرتبہ ہے روح ملکوتی جو کہ نفس ناطقہ کا جزو ہے اسے حظیرۃ القدس میں فنا حاصل ہے اور اس کے ذریعے سے تجلّی اعظم میں فنا حاصل ہو اسے فائز بکمالات نبوّت کہتے ہیں۔ اس درجہ کے انسانوں میں سے کسی کو نبوّت کا منصب عطا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کوئی کام نوع انسانی میں کرنا چاہتا ہے تو اس کام کے لئے نبی کو واسطہ بناتا ہے جیسے انسان اپنے ہاتھ پاؤں کو واسطہ بنا لیتا ہے اسی طرح تجلی اعظم نبی کو ایک خاص فیض شائع کرنے کے لئے ذریعہ بناتی ہے، یہ درجہ نبوّت ہے اور ان لوگوں کو ملتا ہے جو پانچویں درجہ تک ترقی کر چکے ہوں۔

شاہ صاحب ان پانچویں درجہ کے بزرگوں کو اصحاب قربِ الفرائض کہتے ہیں اور چوتھے درجے کے لوگوں کو اصحاب قرب الوجود اور تیسرے درجہ کو اصحاب قرب النوافل کہتے ہیں، اصحاب قرب فرائض میں سے جو لوگ اس درجہ پر پہنچتے ہیں ان کے مثالوں میں ایک نام ذوالقرنین آتا ہے اور مریم یہ دونوں اصحاب پانچویں درجہ کی مثال ہے، چوتھے درجے کے لوگوں میں جنکی مثالیں ملتی ہیں ان میں خضر کا نام آتا ہے اسمیں فرماتے ہیں۔

یبطش یارب ویخرق صاکین و یقتل الغلام وما خرق وما قتل الرب تبارک و تعالیٰ

وھو یفعل ما یرید، یہ اصحاب ولایت کبریٰ کی مثال ہے۔ یعنی قرب النوافل والوں کی الکھف
قدرت الٰہی ایک کام کرتی ہے۔ مثلاً مختلف قسم کی نباتات سے زمین زینت والی ہو جاتی ہے پھر
سوکھا چٹیل میدان بن جاتا ہے عقلمند انسان بھی یہی کرتا ہے کہ یہ کام بے قاعدہ تھا، اسی طرح اگر انسانیت
میں کوئی چیز قدرتی طور پر پیدا ہو جائے جیسے چٹیل میدان میں سبزی تو جو شخص اسے سمجھنے کی کوشش
کرے گا اور ان کے لئے معلوم نہ کرے تو اسے ہرگز عقلمند نہیں کہا جا سکتا۔ کتب الٰہیہ جو نازل ہوتی ہیں
ان سے پہلے ایک خاص جبلّت کا انسان پیدا ہوتا ہے جو شخص اس پر تعجب کرتا ہے اور انکار کے درجہ
تک پہنچتا ہے تو وہ احمقوں کا کام کرتا ہے عقلمند اسکی حکمت کے پیچھے پڑتے ہیں کہ ایسا کیوں ہوا۔
ان کو سب چیزیں باقاعدہ نظر آنے لگتی ہیں یہی سوچنے والے انسان ہیں جو انسانیت کو ترقی دیتے ہیں
اور تعجب کر کے انکار کرنے والے لوگ تو انسانیت کا برا پہلو ہیں۔ ایک پھلدار درخت ہے اس کو
نابلی دنیا چھوڑ دیا اب اسکی لکڑی کاٹ کر جلادی جائیگی، انسانیت اس سوچنے سمجھنے کے لئے ہی زمین
پر پیدا کی گئی ہے کہ جو کام اللہ آسمان پر ملاء اعلیٰ میں کرنے کا فیصلہ کرتا ہے اس کو زمین میں سمجھنے والے
آدمی پیدا ہوں، اس کو چلانے والے آدمی پیدا ہوں۔ جیسے فرشتے آسمان میں خدائی بات کو سمجھتے ہیں
اور مانتے ہیں۔ اور دوسرا حصہ ہے جو اسے کام میں لائے، اسی طرح زمین پر اعلیٰ سمجھ والے انسان
پیدا ہوں، اور اعلیٰ کلام کو پورا کرنے والے آدمی پیدا ہوں۔ یہ لوگ یہ خیال کریں کہ یہ کام پورا کرنا
ہماری طبیعت کا تقاضا ہے۔ اسے ہم خود پورا کرتے ہیں، یہ لوگ خدا کے آسمان پر کے فیصلہ کا زمین
پر آئینہ بن جائیں گے، جو انسانیت کا درخت یہ ثمرہ نہیں دیتا لکڑی کی طرح کاٹ کر جلا دیا جائیگا۔
آدمی کتب الٰہیہ کو اس طرح سوچنے لگے تو کتب الٰہیہ سے کہیں تناقض پیدا نہیں ہوگا، جو لوگ نبوّت
پر تعجب کرتے ہیں وہ اپنی من مانی کرتے ہیں کہ قدرت الٰہی ایک طرح کام کر رہی ہے اور نبی جو تعلیم
دیتا ہے اس کے مقابل ٹھیک نہیں اس شبہ سے انبیاء کی تکذیب کرتے ہیں۔ اب اگر اس شبہ کا
حل کرنے والے آدمی پیدا ہو جائیں اور ثابت کر دیں کہ قدرت نے ایسے آدمی پیدا کر دیں جن کا طبعی
تقاضا ہے اور قدرت کا قدرت کے دوسرے کام سے تناقض نہیں ہوتا اس لئے کہ سارے جہان
کا خدا ایک ہے، اگر قدرت کے منابع مختلف مان لئے جائیں تو اس حالت میں قدرتی امور میں
تناقض ماننا جائز ہے مگر جب تک انسانیت سمجھتی ہے کہ سارے جہان کا نظام ایک خدا کے

ہاتھ میں ہے اس وقت تک قدرتی امور کا تناقض ناممکن ہے، ایسے لوگوں کو اگر چھوڑ دیا جائے اور کوئی بتانے والا نہ ہو تو وہ وہی کام کریں گے جو کتاب الہی نے انہیں بتایا گویا نبوت کی تعلیم ان کی طبیعت میں سے نکلتی ہے یعنی کتب انبیاء ان کی جبلت کی تفصیل ہیں مثلاً حدیث ....

جبلّت کی تفصیل ہے اور اسی پر ہمارے مذہب کا مدار ہے اس سے ہم نے قوانین وضع کرلیے ہیں اسی طرح انکی جبلت کی تشریح ملاء اعلیٰ میں ہو چکی ہے، جو قرآن کی شکل میں نازل ہوئی ہے، خدا تعالیٰ جو فیض دنیا کو دینا چاہتا ہے وہ اس آدمی کے ذریعہ سے ہوگا، اب وہ فیض الہی اس آدمی کی جبلّت کا رنگ اختیار کریگا، ملاء اعلےٰ کے لوگ اس فیض الہی کو اس شخص کی جبلّت سمجھ کر پیش کریں گے۔ اور یہی کتاب الہی بن جائیگی، قرآن کو رسول اللہ کا دماغ پیدا نہیں کرتا بلکہ ملاء اعلیٰ کا دماغ پیدا کرتا ہے، مگر ملاء اعلیٰ کا دماغ رسول اللہ کے دماغ سے ہی بیج لیتا ہے۔ غیر مسلم یہ کہتا ہے کہ رسول نے قرآن بنایا ہم اسے کہتے ہیں کہ قرآن ملاء اعلیٰ میں یوں بنا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ رسول اللہ کی استعداد کے موافق ہے تو ہم اسے قبول کریں گے اور اگر یہ کہے کہ اسے نبی کے دماغ نے گھڑا ہے تو اس سے ہم انکار کریں گے اس میں ایسی چیزیں آتی ہیں جو تمام نوع انسانی سے تعلق رکھتی ہیں، ایک طریق سے تمام شخص اکبر سے تعلق رکھتے ہیں اس کا احاطہ کرنا اور اس میں صحیح فیصلہ دینا نبی کے دماغ کا کام نہیں مثلاً نبی کو یقین ہے کہ میرے مخالفین مغلوب ہو جائیں گے اور قرآن کی جو تعلیم مجھے دی جا رہی ہے وہ غالب رہے گی، مگر وہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ چودہ سال کے بعد جنگ بدر ہوگی اور اس میں کفار کو شکست ہوگی۔

فائدہ - رسول اللہ نے شروع میں جب اپنی دعوت ظاہر کرنے کا ارادہ کیا، تو صفا کی پہاڑی پر کھڑے ہو کر قریش کو پکارا اور ان سے کہا کہ اگر میں تمہیں بتاؤں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے لشکر آرہا ہے تو تم مان لوگے یا نہیں؟ سب نے کہا کہ ہم آپ کی بات یقیناً صحیح مانتے ہیں کیونکہ آپ کبھی جھوٹ نہیں بولتے، تو آپ نے فرمایا کہ میں تم کو سخت عذاب کی خبر دیتا ہوں جو آئے گا، اب اس کے بعد میرا ترجمہ یہ ہے کہ سخت عذاب سے مراد انقلاب ہے، اور اس انقلاب سے مراد ہے قرآن عظیم کا مکہ کو فتح کرنا، اس وقت حالت ایسی تھی کہ قرآن کا مکہ میں کوئی نام نہیں لے سکتا تھا۔ انقلاب یہ ہوگا کہ یہی تعلیم یہاں حاکم بن جائیگی یہ انقلاب ہے جسکی آپ خبر دے رہے ہیں۔ ان لوگوں کے جنہوں کی قرآن کی مخالفت کے پختہ ارادے کر رکھے ہیں یہ عذاب شدید ہوگا اس

بیس برس کے بعد مکہ فتح ہوتا ہے اور مدینہ سے فوج اس پر چڑھ کر آتی ہے وہ عین اسی پہاڑی کے پیچھے سے آتی ہے، نبی کے دماغ نے یہ تو بتادیا کہ عذاب آئے گا، مگر یہ نہیں بتا سکا کہ پہاڑ کے پیچھے سے آئے گا یہ ملاء اعلیٰ کہلاتے ہیں، اس کے بعد رسول اللہ کے اس مقام پر کھڑے ہوکر فتح مکہ کے دن مکہ والوں سے اسلام کی بیعت لی ہے۔ یہی مقام ہے جہاں طواف صفا و مروہ کا شروع کیا جاتا ہے اور اس موقعہ پر جو دعا پڑھی جاتی ہے اس کے لفظ یہ ہیں۔ الحمد للہ الذی نصر عبدہ وصدق وعدہ وھزم الاحزاب کلھا نصر۔ ایک بندہ تھا جو قرآن لیکر کھڑا ہوا اسے فتح دی صَدَقَ یہ اشارہ ہے اس وعدہ کی طرف جو پہلی پہاڑی پر وعظ میں کیا گیا تھا۔ یہ صفا سے شروع کرکے طواف کرنا اسی واقعہ کی یادگار ہے، اور یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت ابراہیم نے حضرت اسمعیل کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تھا یہ اسکی یادگار ہے۔ ذبح اور مروہ کا ذکر تورات میں بھی موجود ہے، صفا میں حضرت ابراہیم نے ذبح نہیں کیا، عام قصے سب غلط ہیں، اس کا ذکر موطا امام مالک میں موجود ہے

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى۔ یہ ایک بڑا کرہ اس کے کئی لاکھ ٹکڑے کرتے ہیں وہ ٹکڑے مختلف پیدا کرلیتے ہیں۔ پھر اگر سب کو ملانا چاہیں تو پھر سب مل کر کرہ کا کرہ بن جاتا ہے۔ خلقت عنایت اولیٰ میں ان دونوں حکمتوں کو پورا کرتی ہے۔ یعنی یہ تسویہ ایسی طرز سے کیا گیا ہے کہ مخلوق مختلف شکلیں بدلے گی، لیکن کسی حالت میں بھی بیکار نہ ہوگی، یہ ایک شکل کے لئے ایک سوراخ ہے۔ جس میں وہ کھپ جاتی ہے، قَدَّرَ فَهَدَىٰ ہر ایک چیز کو کمال تک پہنچانا مقصود ہے حکمت کا تقاضا ہے کہ اس کے لئے جو آخری منزل ہے وہ مقرر و معین کردی جائے۔ اور اس راہ ترقی کا سارا پروگرام اسے بتادیا جائے یہ تقدیر اور ہدایت ہے کہ کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس کا منتہی کمال مقدّر نہ ہو۔ اور اس کی ترقی کے لئے اسکی ہدایت کا سامان مکمل پیدا نہ کیا گیا ہو۔ اخرج المرعیٰ سب چیزوں کو خدا

تعالیٰ سنوی اور برابر پیدا کیا ہے اور ہر ایک کی ہدایت اس نے کر دی ہے تو کیا یہ انسان کے لئے بھی نہ ہوگا اور یہ ہدایت انسان سے پہلے حیوان کے لئے ضروری ہے ہر حیوان کی زندگی سبزی کھانے پر موقوف کی گئی ہے۔ اور پھر اس کے لئے مقدر ہے اس کا راستہ لسے بنادیا اور چراگاہیں پیدا کر دیں۔ فَجَعَلَہٗ غُثَآءً اَحْوٰی سردی میں چراگاہوں کی سبزی سوکھ جاتی ہے تو حیوان کے لئے سوکھی گھاس بھی کام دیتی ہے۔

سَنُقْرِئُكَ انسان کی جو خصوصیت ہے وہ اس کا دماغی کمال ہے۔ حیوان کے پیٹ کے لئے جو چیز مقدر ہے اس کا انتظام اخرج المرعیٰ کر دیا اور کہا کہ انسان کے دماغ کے لئے جو کام مقدر کیا گیا ہے اس کا مرعی نہیں ہوگا چنانچہ اس کا مرعیٰ حظیرۃ القدس ہے جس میں علوم پیدا ہوتے ہیں اور جو علوم اس وقت انسان کے لئے ضروری نہیں ہیں وہ محفوظ کر دیئے جاتے ہیں۔

غثاءً احوی جیسے ابر کے ذریعہ سے بارش آتی ہے اس طرح ایک انسان کے ذریعہ سے علوم کی بارش ہوتی ہے۔ نبی وہ انسان ہے انسان کو علم دینے کے لئے ہم تجھے ابر بنانا چاہتے ہیں۔

فَلَا تَنْسٰی اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہُ۔ جیسے پہلے پہل سبز گھاس ترو تازہ ہو جاتی ہے اسی طرح جب علم نبی کے دل میں آتا ہے تو وہ ترو تازہ ہو جاتا ہے۔ لیکن جب وہ علم نبی کے بعد دوسری زبانوں میں ترجمہ ہو جاتا ہے وہ دوسری ذہنیتوں میں نئی نئی شکلیں اختیار کر لیتا ہے تو اس کی طراوت کا ایک حصہ جو نزول وحی کے وقت ترو تازہ ہوتا ہے طبعی طور پر کم ہو جاتا ہے اس کی طرف اشارہ ہے۔ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ

یَعْلَمُ الْجَهْرَ قرآن کی جو ظاہری شکل ہے (الجہر) اور اس کے بعد قوموں میں دماغوں میں جا کر شکل اختیار کرے گا (الخفی) وہ سب خدا کے علم میں ہے قرآن کی تعلیم پھیلے گی تو کیا ساری دنیا کے لوگ سوسمار کھانے لگ جائیں گے جیسے عرب کھاتے رہتے ہیں۔ یا قرآن کی تعلیم کو ہر قوم اپنی ذہنیت کے مطابق قبول کرے گی اور خود اپنا رنگ ڈالیگی۔ یہ ہے الجہر وما یخفیٰ ...... ونیسرک الیسریٰ

ترقی کے دو راستے ہیں۔

۱۔ انسان کی ملکیت اور بہیمیت کو متناسب ترقی دی جائے۔ یہ آسان راستہ یہ انبیاء کا طریقہ ہے۔ اس کی انتہاء تجربت کی تکمیل پر ہے۔

۲۔ فقط ملکیت کو اتنا اونچائی پر پہنچا دیا جائے جتنا حاملین عرش میں ہے اور بہیمیت و نسمہ کی کوئی پرواہ نہ کی جائے ہاں صرف اتنا خیال رکھا جائے کہ وہ مرنے نہ پائے اور یہ طریقہ بہت مشکل ہے۔ ان لوگوں کے جن کی طبیعتیں اس ہی کے لئے مخلوق ہوں کہ ان کا دماغ بہت بلند ہے یہ بعض انسان ہیں لیکن وہ بے کار ہوتے ہیں اب وہ سوائے سوچنے اور پڑھنے پڑھانے کے اور کیا کچھ کر سکتے ہیں باقی تمام انسان اس دوسرے طریقے پر نہیں چل سکتے، اس لئے رسول اللہؐ فرمایا گیا کہ ہم تجھے ایسا طریق بتاتے ہیں جو فطرت انسانی کے بالکل مطابق ہے اور اسی لئے آسان ہے۔

چونکہ طریقے دو ہیں تو فطرتیں بھی دو ہیں۔ جو انسان پہلی فطرت کا ہے اسے قرآن پڑھنا چاہیئے دوسری فطرت والے کو پڑھانے میں وقت ضائع نہ کرو۔

فذکر ان نفعت الذکریٰ ہر ایک کے پیچھے پھرنے کی ضرورت نہیں دوسری جگہ یہ کہ لست علیھم بمصیطر تو جبراً نہیں ہو سکتا تھا۔ سیذکر من یخشیٰ جس میں خدا کا خوف ہے وہ جلدی یاد کرے گا۔ جسکی فطرت میں تجربت سے تعلق ہے اسے کوئی خدا سے ڈرائے یا نہ ڈرائے وہ خود ہی ڈرتا ہے، خدا کے نام سے کوئی کام بتایا جائے تو وہ اسکی مخالفت کرنے سے گھبراتا ہے مثلاً ایک عاشق ہے جسے کسی سے محبت ہے وہ اپنے محبوب کی ناراضگی سے ہر وقت ڈرتا رہتا ہے اور ایک شخص ہے اسے کسی حاکم سے تعلق ہے جسکی رضا پر اسکی ترقی کا انحصار ہے تو وہ ہر وقت اس سے ڈرتا ہے پس جب انسان کو اس کی فطرت نے خدا یاد کرا دیا ہے وہ خدا کی کسی مخلوق پر ظلم کرنے سے خود بخود ڈریگا، ایسے شخص کو ظلم دور کرنے کے لئے قرآن بنا دیا جائے تو وہاں اسے فوراً سیکھ لے گا۔ رسول اللہ سے پہلے قوموں نے انصاف کرنے کی کوشش کی لیکن اب بین الاقوامی انصاف کی ضرورت ہے دنیا بین الاقوامی انصاف

کے لئے سرگرداں ہے، ایسا ہر کوئی شخص اس انصاف کو دیکھ لیگا۔

یتجنبها الاشقی اس سے دور رہے گا۔ وہ شخص جو شقی ہے۔ سخت دل بے رحم، انصاف کرنا چاہتا ہی نہیں، اپنی کامرانی ہی فقط اس کا نصب العین ہے، یہ فعل انسان کو جہنم میں لے جائے گا۔ اور وہاں نہ اسے موت نصیب ہوگی اور نہ اس کی زندگی ہی اچھی ہوگی۔ نار کبریٰ وہ ہے، مَن تزکّیٰ نفس ناطقہ کو نسمہ اور بدن پر غالب رکھنا تزکیۂ نفس ہے یہ پہلا درجہ ہے جسے اصحاب مقامات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

وذکر اسم ربہ فصلّیٰ خدا کا نام لیا پھر نماز پڑھی اسے خدا کا نام لینے میں مزہ آتا ہے۔ یہ بات حجر بحت کی بیداری کے بعد پیدا ہوتی ہے۔

فصلّیٰ صلوٰۃ کے لوگوں نے مختلف ترجمے کئے ہیں وہ مفید نہیں آتے، ہمارا ہمارا اپنا ترجمہ ہے صلّی ماخوذ ہے ملنے سے یعنی حجر بحت کو تجلی کامل سے تقابل پیدا ہو جائے یہ ہے صلوٰۃ اسے وصال کہیے یا صلوٰۃ ایک ہی بات ہے، یہ جو ہماری نماز ہے اصل میں حجر بحت کو تجلی الٰہی کے مقابل ہونے کا طریقہ ہے شریعت کی تعلیم سے جو انسانی تکمیل ہوتی ہے اس کا ذکر اس آیہ کریمہ میں آگیا ہے یعنی نفس ناطقہ کا غلبہ اور حجر بحت کا تقابل بہ تجلی ذات بحت قریب کی زندگی کو بہت اہمیت دینے لگتے ہیں۔ آج ہمیں جو پیش آرہا ہے یعنی کھانا پینا وغیرہ اسے ہم سب سے زیادہ ممتاز کر دیتے ہیں۔ اس نفس نے ہمیں اس تعلیم سے پیچھے ڈال دیا ہے۔

الاخرۃ خیرٌ وابقیٰ دنیا کی زندگی سے آگے بھی نظر ڈالی جائے تو جتنا آگے بڑھو زیادہ مفید اور پائدار چیزیں ملیں گی، اس دنیا کی زندگی میں بھی اچھی چیزیں ہیں لیکن وہ زیادہ اچھی نہیں ہیں۔ اور نہ زیادہ دیر پا ہیں آگے نظر رکھو اور خیرا خیرا اور ابقیٰ کی طلب کرو۔ یہ ساری نبوی تعلیم کا نچوڑ ہے۔ اِنَّ ھٰذَا یہ تعلیم پہلے صحیفوں میں بھی دی گئی ہے وہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ کے صحیفوں میں ہے۔ پہلے کتابوں کے مطالعہ نہ کرنے سے غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں مثلاً یہ کہ حضرت ابراہیم

کا صحیفہ گم ہو چکا ہے یہ سب غلط مطالعہ کا نتیجہ ہے۔

عالم ایک مسلمان اور ایک عیسائی مباحثہ کرتے ہیں اور مسلمان غالب آجاتا ہے سننے والے اس کے اصولوں کو کلیتہً صحیح تسلیم کر لیتے ہیں حالانکہ وہ کلیتہً صحیح نہیں ہوتے۔ وہ صرف اس مناظرہ کے لئے صحیح ہوتے ہیں، مسلمان ایسے موقعوں پہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ مسیح کی انجیل اصل میں گم ہو چکی ہے، جس انجیل کا ذکر قرآن مجید میں ہے وہ یہ انجیل نہیں ہے وغیرہ۔

ہماری رائے یہ ہے کہ عہد قدیم کی پہلی پانچ کتابیں جو موسیٰ کی مانی جاتی ہیں ان میں سے کتاب پیدائش صحیفہ ابراہیم ہے جو حضرت یوسف کے ذکر پر ختم ہوتا ہے (ملّتہ اٰبائی) سورۂ یوسف چنانچہ اس کی تکمیل اس کتاب میں ہوئی ہے اس کے بعد کتاب الخروج سے لے کر آگے تک صحف موسیٰ ہیں ان پانچوں کو پڑھ کر دیکھ لو،

سطعات

انسان کی نفسی تکمیل و ترقی کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے جو طریق سلوک متعین فرمایا ہے اس رسالے میں اسکی وضاحت ہے ایک ترقی یافتہ دماغ سلوک کے ذریعہ جس طرح حظیرۃ القدس سے اتصال پیدا کرتا ہے سطعات میں اسے بیان کیا ہے۔

قیمت:- ایک روپیہ پچاس پیسے

شاہ ولی اللہ اکیڈمی صدر حیدرآباد